مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ

قرآنِ حکیم اور اطاعتِ رسول ﷺ

قرآنِ حکیم نے متعدد مقامات پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں تشریع و قانون کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان تمام بنیادی مسائل کو بیان کیا گیا ہے جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر شے کی وضاحت ہے۔ (النحل:۸۹)

ترجمہ:۔ حالانکہ اس نے تمہاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی۔ (الانعام ۱۱۵)

ترجمہ:۔ الرا۔ یہ کتاب وہ ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کر دی گئی ہیں۔ (ہود:۱)

آیئے! ان آیات کی رُو سے دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کس درجہ ضروری ہے۔ اور آپ ﷺ کے منصب یا فرائض کار میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں۔ تاکہ ہر مسلمان صحیح خطوط پر اپنی دینی زندگی کے نقشے کو ترتیب دے سکے۔ قرآن حکیم کے مطالب و معانی سمجھ سکے اور ان کو اپنی عملی زندگی میں سمو سکے قرآنِ حکیم نے اس سلسلے میں دو انداز اختیار کئے ہیں۔ اکثر تو اپنی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت کو بھی ضروری ٹھہرایا ہے۔ کہیں صرف رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت و پیروی کا ذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دینی نقطۂ نظر سے قرآن کے پہلو بہ پہلو اسلام اور فقہ و تقنین کا دوسرا سر چشمہ یا مصدر ثانی جس سے ایمان و عمل کے تقاضے مکمل ہوتے ہیں سُنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

ترجمہ:۔ کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اگر نہ مانیں تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ (آل عمران:۳۲)

ترجمہ:۔ اور خُدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ (آل عمران:۱۳۲)

ترجمہ:۔ مومنو! خدا اور اُس کی فرماں برداری کرو اور اگر کسی بات میں اختلاف پیدا ہو تو اگر خُدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور رسول اور اپنے اولی الامر کے حکم کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مال بھی اچھا ہے۔ (النساء:۵۹)

ترجمہ:۔ اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اسکے رسول کے حکم پر چلو۔ (الانفال:۱)

ترجمہ:۔ ایمان دارو: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اس سے رُوگردانی نہ کرو اور تم سُن رہے ہو۔ (الانفال:۲۰)

ترجمہ:۔ اور خُدا اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا ایسا کرو گے تو بُزدل ہو جاؤ گے۔ (انفال:۴۶)

ترجمہ:- کہہ دیجئے کہ خُدا کی فرمانبرداری کرو اور رسولِ خُدا کے حکم پر چلو۔ اگر منہ موڑو گے تو رسول ﷺ پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو ان کے ذمہ ہے اور تم پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو تمہارے ذمہ ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پالو گے اور رسول ﷺ کے ذمے تو صاف صاف احکامِ خُدا کو پہنچا دینا ہے۔ (النور:۵۴)

ترجمہ:- مومنو! خُدا کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ ہونے دو۔ (محمد:۳۳)

ترجمہ:- اور خُدا اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو خُدا اس سے باخبر ہے۔ (مجادلہ:۱۳)

ترجمہ:- اور خدا کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔ (التغابن:۱۲)

یہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں دونوں کی اطاعت اور پیروی کو یکساں طور پر ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ یعنی جو اسلوب، انداز اور پیرایہ اظہار اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے اختیار کیا گیا ہے بعینہ وہی نہج اور طریق اطاعتِ رسول ﷺ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ اب ان آیات پر ایک نظر ڈالتے چلیئے ان میں اطاعتِ رسول ﷺ کو مستقل بالذات اور منفرد دین اساس اور بنیاد قرار دیا گیا ہے۔

جب شخص رسول ﷺ کی پیروی کرے گا تو بیشک اس نے خدا کی پیروی کی۔ (النساء:۸۰)

ترجمہ:- اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔ (النساء:۶۴)

ترجمہ:- لوگوں سے کہہ دیجئے اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گے۔ اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ (آلِ عمران:۳۱)

ترجمہ:- تو جو لوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت آپڑے یا تکلیف والا عذاب نازل ہو۔ (النور:۶۳)

ترجمہ:- آپ ﷺ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو آپ فیصلہ کردیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

یہ آیات اپنے مفہوم اور معنی میں اس درجہ واضح ہیں کہ ہم نے ان کی تشریح و تفسیر کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے البتہ ان آیات سے جو نکات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آتے ہیں ان پر ایک نظر ڈال لینا چاہیئے۔

۱- اطاعت رسول ﷺ دین کی اتنی اہم اساس ہے کہ اس سے انکار کفر کا مستوجب ہے۔

۲- اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت رحمت الہیٰ کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

۳- کسی بھی فقہی اور دینی مسئلے میں اختلاف رائے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۴- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پیغام پر ایمان کے تقاضے اسی وقت پورے ہوسکتے ہیں جب کہ حضور ﷺ کی

اطاعت و فرمانبرداری کو حرزِ جان بنایا جائے۔
۵- اطاعتِ رسول کی رُوگردانی سے حبطِ اعمال کا اندیشہ ہے۔
۶- رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے مترادف ہے۔
۷- ہر پیغمبر اسی لئے مبعوث ہوا ہے کہ لوگ اس کے نقشِ قدم پر چلیں۔
۸- محبت الہیٰ صرف ایسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات و اعمال کی پیروی کی جائے۔
۹- جو لوگ آپ ﷺ کی تعلیمات کی مخالفت میں سرگرم ہیں ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔
۱۰- ایمان اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام و اوامر کو پورے اخلاص سے تسلیم نہ کیا جائے۔

رہا یہ سوال کہ قرآن نے آنحضرت ﷺ کے منصب اور فرائضِ کار کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو اس کو سمجھنے کے لئے نامناسب نہ ہو گا کہ پہلے تصورِ نبوت سے متعلق ان خیالات و افکار کا اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا جائے جو ملحدانہ اور غلط ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس موضوع میں اصل اشکال یہ ہے کہ نبوت کا مسئلہ خالص دینی ہے اور جب اس کو حل کرنے کے لئے عقل و خرد کی ولماندگی پر اعتماد کیا جائے گا تو اس سے لازماً نبوت کی عظمت و حقیقت پر روشنی نہ پڑ سکے گی اور نہ یہ بات واضح ہو سکے گی کہ انبیاء کی تعلیمات میں جو ایک طرح کا توافق و ارتقاء و تسلسل پایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

جس طرح سائنس کے مسائل کو غیر سائنسی اصولوں کی روشنی میں حل نہیں کیا جا سکتا ٹھیک اسی طرح وہ مسائل جن کا تعلق خالصتاً دین سے ہے ان کو غیر دینی وسائل و ذرائع کے بل بوتے پر حل کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اس کا کیا کیجئے بعض لوگوں نے اس کے باوجود اسرار نبوت تک پہنچنے کی ناکام کوشش کی۔ مثلاً کچھ لوگوں نے اسے کہانت کی ترقی یافتہ شکل قرار دیا حالانکہ نبوت و کہانت میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ جن لوگوں نے عربی ادبیات میں کاہنوں سے منقولہ اقوال کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاں ارشادات انبیاء میں حکمت و دانائی اور رشد و ہدایت کے موتی صوفگن ہیں گہرائی اور عمق ہے وہاں کہانت میں ڈھلے ڈھلائے بے معنی اور سطحی جملوں کے سوا کوئی چیز پائی نہیں جاتی۔ کاہن کو انبیاء و رسل سے وہی نسبت حاصل ہے جو ذرہ کو آفتاب سے۔ ان کے اقوام میں نہ صحت و بصیرت کی کوئی جھلک ہے نہ زندگی کے مسائل سے متعلق کوئی پیغام و دعوت کا نظام پایا جاتا ہے۔ نہ اخلاق کو سنوارنے کی تعلیم ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے رشتۂ عبودیت استوار کرنے کا کوئی طریقہ مذکور۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ نبوت اس شدید احساس و تاثر کا نتیجہ ہے جو معاشرے میں فکر و نظر کی گمراہیوں کو دیکھ کر ایک ذہین اور حساس مصلح انسان کے دل میں ابھرتا ہے۔ ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ معاشرہ میں مروجہ برائیوں کے خلاف اصلاح کا جذبہ بعض حضرات کو اس حد تک مجبور کر دے کہ وہ ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن ان کے لئے یہ کیا ضرور ہے کہ وہ اپنے کو فرستادہ تصور کرنے لگیں

اور اپنے خیالات و افکار کو وحی و تنزیل کا نتیجہ قرار دیں۔

نبوت کی توجیہہ نفسیات کے ماہرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک نوع کی ذہنی بیماری ہے اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص جو ذہنی اور فکری لحاظ سے عدم توازن کا شکار ہے۔ متوازن و معقول اور قابلِ عمل نظامِ حیات پیش کر سکے۔ اعلیٰ اخلاقی و روحانی قدروں کو پیش کر سکے۔ تہذیب و تمدن کے سانچوں کو ترتیب دے سکے۔ اور ان تمام گتھیوں کو سلجھا سکے جن سے معاشرہ دوچار ہے۔یہی نہیں خود بھی ایسی پاکیزہ اور بلند زندگی بسر کر سکے جو دوسروں کے لئے نمونے کی حیثیت رکھتی ہو۔

نبوت کے بارے میں یہ ان لوگوں کی توجیہات تھیں جو ادیان کی صداقت اور سچائی پر یقین نہیں رکھتے اور محض ظن و تخمین کی بناء پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ذہن رکھتے ہیں لیکن اس کے باوصف انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ اور اس مسئلے کی تہہ تک نہیں پہنچ پائے۔ مثال کے طور پر بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ نبوت ولایت ہی کے اس مقام کی ایک حقیقت ہے جہاں پہنچ کر مجاہدہ و ریاضت سے سالک کا قلب اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس پر وحی و تنزیل کی تجلیات کا انعکاس ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نبوت اور ولایت میں جو فرق ہے وہ نوعیت کا نہیں درجے کا ہے۔

ہمارے نزدیک نبوت کی متصوفانہ تعبیر اس وجہ سے غلط ہے کہ قرآنِ کریم سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو پاتا کہ منصب نبوت سے دائر ہونے سے پہلے ہر نبی نے سلوک و معرفت کی وہ تمام منزلیں طے کی ہوں جن کی صوفیہ نے نشان دہی کی ہے۔ مزید برآں اس سے عقیدۂ ختمِ نبوت کی نفی ہوتی ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت کسبی ہے وہبی نہیں۔ یعنی اگر آج بھی کوئی شخص تعلق باللہ کی اس منزل تک رسائی کرے جس کو معرفت سلوک کی اصطلاح میں آخری منزل کہا جاتا ہے تو وہ نبوت و رسالت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہو سکتا ہے۔حالانکہ کوئی بھی صحیح العقیدہ مسلمان اس کا قائل نہیں۔

نبوت و ولایت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ نبی وحی و تنزیل کے ذریعہ جن حقائق تک رسائی حاصل کرتا ہے وہ تمام تر معروضی ہوتے ہیں۔ اور ولی کے قلب و ذہن پر جو نقوش رقم ہوتے ہیں وہ موضوعی ہوتے ہیں۔ اور ان کا تانا بانا معاشرے کے حالات اقدار و تعلیم و تربیت کے اسلوب و نہج سے تیار ہوتا ہے اور ان میں جو تھوڑی بہت معروضیت پائی جاتی ہے وہ بھی صاف اور واضح نہیں ہوتی۔ بلکہ تعبیر طلب ہوتی ہے۔ ان نقوش و تاثرات کو ہم کشوف تو کہہ سکتے ہیں وحی نہیں۔ کشوف کی شرعی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ سالک کے ذاتی تجربات ہیں لہٰذا ہر حال میں ان کی صحت کا معیار یہ ہے کہ آیا یہ کتاب اللہ اور سُنت رسول ﷺ کے مطابق ہیں یا نہیں جس طرح ایک مجتہد کا استدلال و استنباط صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی اس طرح کشوف میں بھی خطا و صواب دونوں کا امکان موجود ہے۔ بلکہ علامہ ابن تیمیہ کی زبان میں یہ کہنا چاہیئے کہ کشف بھی ایک طرح کے اجتہاد ہی سے تعبیر ہے۔

دینی حلقوں میں ایک نہایت محدود اور برخود غلط حلقہ ایسا بھی ہے جو نبوت و وحی کو اس سے زیادہ اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی تنزیل کے لئے کسی شخص کو منتخب کر لیتا ہے تاکہ وہ اس کتاب کے متن و الفاظ اور حروف کو من و عن لوگوں تک پہنچا دے لیکن اس کے اقوال و تشریحات اور عمل و کردار کے لئے

ضروری نہیں کہ وہ بھی وحی و تنزیل کا نتیجہ ہو۔ لہٰذا حجت استدلال کا جہاں تک تعلق ہے اس کا سر چشمہ صرف وہ کتاب ہو گی جو اس پر نازل ہوئی ہے۔ پیغمبر کی حیثیت محض مبلغ اور شارح کی ہے شارع کی نہیں۔ ان کے ہاں اہلِ علم کو یہ حق ہے کہ وہ معاشرے کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنے طور پر کتاب اللہ کی تشریح کریں۔ شرع تقنین کے سانچوں کو ڈھالیں۔ دین کی جزئیات اور تفصیلات کو متعین کریں۔ اور لوگوں کی رہنمائی کے فرائض انجام دیں۔

نبوت و رسالت کا یہ گمراہ کن تصور دراصل اس مفروضے پر مبنی ہے کہ وحی الٰہی کا دائرہ صرف کتاب اللہ تک سمٹا ہوا ہے اور اس کی وسعتیں اور ضوفشانیاں نبی کے اعمال اور ارشادات کو متاثر نہیں کر پاتیں۔ حالانکہ وحی ایسا عمل ہے جو پیغمبر کی پوری زندگی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ اسی لئے پیغمبر دینی حقائق کی تبیین و تشریح کے ضمن میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں اس سے منشائے الٰہی کی پوری پوری ترجمانی ہوتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے۔

ترجمہ:۔ اور وہ کوئی بات خواہشِ نفس سے منہ سے نہیں نکالتا وہ تو وحی الٰہی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ (النجم:۴،۳)

ترجمہ:۔ تمہارے لئے پیغمبرِ خدا کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ (احزاب:۲۱)

اللہ کی اطاعت اور رسول کی متابعت کو دو مختلف اور متضاد خانوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف اظہار یا پرتو ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتب و صحائف کے ذریعے معاشرے کے مسائل کا حل نازل فرمایا ہے اور رسول ﷺ اپنے عمل کردار اور تشریحات سے وحی و تنزیل ہی کی روشنی میں ان کو عملی جامہ پہناتا ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ براہ راست وحی کو علماء کی اصطلاح میں وحی جلی کہا جاتا ہے اور اس کی روشنی اور تاثیر کو وحی خفی۔

اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر کو بھیجا گیا ہے مگر اس پر کوئی متعین کتاب نہیں نازل کی گئی لیکن اس کے باوجود اس کی پیروی کو ضروری ٹھہرایا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر کی ذات بجائے خود حجت و دلیل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے اپنے دور میں کتاب اللہ کی پیروی کے پہلو بہ پہلو اپنی پیروی کی بھی دعوت دی۔ اور لوگوں سے کہا اگر تم نجاتِ اُخروی کے طالب ہو تو ہمارے نقشِ قدم پر چلو۔

ترجمہ:۔ میرا صلہ تو خدائے رب العالمین ہی پر ہے تو خدا سے ڈرو اور میرے کہنے پر (الشعراء:۱۰۹، ۱۱۰)

حضرت ہود علیہ السلام نے کہا:

ترجمہ:۔ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو (الشعراء:۱۲۵، ۱۲۶)

حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ترجمہ:۔ سو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ (الشعراء:۱۴۴)

حضرت لوط علیہ السلام کا کہنا ہے:

ترجمہ:۔ خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ (الشعراء:۱۶۲)

حضرت شعیب علیہ السلام نے اسی پیرایہ بیان میں بن کے رہنے والوں سے فرمایا:

ترجمہ:- میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (الشعراء: ۱۷۸، ۱۷۹)

حضرت مسیح علیہ السلام نے ان الفاظ میں بنی اسرائیل کو اپنی بعثت کے مقصد سے آگاہ کیا۔

ترجمہ:- میں تمہارے پاس دانائی لے کر آیا ہوں نیز اس لئے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم کو سمجھا دوں۔ (الزخرف: ۶۳)

آیئے! اب یہ دیکھیں کہ ان توجیہات و تصورات کے مقابلے میں قرآن حکیم نے نبوت کا کیا تصور پیش کیا ہے۔ ہم پوری ذمہ داری سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم نے واضح اور غیر مبہم انداز میں اس حقیقت کی پردہ کشائی کی ہے کہ رسالت و نبوت کا تعلق یکسر فیضانِ ربوبیت سے ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا کہ عقل و خرد کی وادیوں میں بھٹکتا پھرے۔ پھر انبیاء و رسل کو بھیج کر اس کی رہنمائی کی ہے۔

ترجمہ:- (موسیٰ نے) کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی پھر راہ دکھائی۔ (طٰہٰ: ۵۰)

اس لئے کہ انسانی عقل و تجربہ بہر حال محدود و ناقص ہے۔ اس میں یہ استعداد نہیں پائی جاتی کہ وحی و تنزیل کی روشنی سے بے نیاز رہ کر تہذیب و تمدن کی گھتیوں کو کامیابی سے سلجھا سکے۔ اور اپنے لئے ایسی راہ عمل کا تعین کر سکے جس پر گام فرسا ہو کر یہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریق رہا ہے کہ ہر دور میں تسلسل کے ساتھ ایسے اشخاص منتخب کر کے مبعوث فرمائے جو ذہنی اخلاقی اور روحانی طور سے اس طرح کامل ہوں اور اس لائق ہوں کہ انسان کو ضلالت اور گمراہی کی پستیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کے فروزاں تک پہنچا سکیں۔

قرآنِ حکیم میں ہے:

ترجمہ:- اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کسے منصبِ نبوت سے نوازے۔ (الانعام: ۱۲۵)

نبوت و رسالت کی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں۔ تاکہ یہ لوگ خیر و خوبی کے قافلوں کو آگے بڑھا سکیں۔ اور شر و برائی کے قلع قمع کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکیں۔ اس مضمون کو قرآن نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ جس سے یہ بات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے کہ نبوت و رسالت کا تعلق اللہ کی تدبیر اور نظامِ ربوبیت سے ہے۔ انسانی ماحول، معاشرے، استعداد یا مجاہدہ و ریاضت سے نہیں۔

ترجمہ:- پہلے تو سب لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے تو خدا نے ان کی طرف بشارت دینے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے۔ (البقرہ: ۲۱۳)

ترجمہ:- خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔ (آل عمران: ۱۶۴)

اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے انبیاء کے لئے رسل کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

ترجمہ:- ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی ارسال کئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خصوصیت سے ارشاد فرمایا:

ترجمہ:- وہی ذات تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر

دے اور حق ظاہر کرنے کے لئے خدا ہی کافی ہے۔

اسی نظامِ ربوبیت کی آخری کڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور آپ ﷺ کے فرائض کار میں تین چیزیں داخل ہیں۔

(۱) تعلیم و تبلیغ۔

(۲) تزکیہ۔

(۳) تبیین۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بہ یک وقت معلم و مبلغ بھی ہیں اور کتاب اللہ کے شارح اور مفسر بھی۔ تعلیم و تبلیغ سے مُراد یہ ہے کہ آپ اُمت کو دین کے بنیادی حقائق سے آگاہ کریں۔ اس کے ذہنی افق کو بلند کریں۔ اور فکر و نظر کی صلاحیتوں کو اس طرح۔ جلادیں۔ کہ خدا کی کائنات اور انسان سے متعلق اُمت ان تمام معلومات سے بہرہ مند ہوسکے جس پر کہ تہذیب و تمدن کا ارتقاء اور تعمیر منحصر ہے۔

تزکیہ سے یہ مقصود ہے کہ آپ ﷺ اپنے روحانی فیوض اور اسوۂ حسنہ سے اُمت کے اخلاق و کردار کو سنواریں۔

ان میں انسانی فرائض کا احساس پیدا کریں۔ ہمدردی، محبت، تعاون و خیر سگالی کے جذبات کی پرورش کریں اور یہ بتائیں کہ انفرادی و اجتماعی سطح پر تقویٰ پرہیز گاری اور تعلق باللہ کی منزلوں کو کیوں کر کامیابی سے طے کیا جا سکتا ہے۔

تبیین کے معنی ہیں قرآنِ حکیم میں فرائض و اعمال کے بارے میں جو کچھ بھی مذکور ہے اس کی وضاحت اپنے قول و عمل سے کریں اور جہاں جہاں بھی تشریح طلب اور اوامر و احکام مذکور ہیں وہاں ان کی تشریح کریں۔ اور اُمت کو پوری پوری تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمان پر شب و روز میں کتنی نمازیں فرض ہیں۔ قیام، رکوع اور سجود میں کیا کیا پڑھنا چاہیئے۔ مناسکِ حج کیا کیا ہیں؟ نکاح اور بیوی یا معاملات سے متعلقہ آیات کا کیا مفہوم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب اور فرائض کار کے بارے میں ہم نے جو تجزیہ پیش کیا ہے اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے۔

ترجمہ:۔ منجملہ اور نعمتوں کے جس طرح ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب و دانائی سکھاتے ہیں۔ (البقرہ:۱۵۱)

ترجمہ:۔ اے رسول ﷺ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے سب کا سب پہنچا دیجئے۔ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ:۔ اے اہلِ کتاب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب اللہ میں چھپا رکھتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کر بتا دیتے ہیں۔ (المائدہ:۱۵)

ترجمہ:- اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے تاکہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر کھول کر بیان کر دیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔ (النحل: ۴۴)

ترجمہ:- پھر اس کے یعنی (قرآن کے) معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔ (القیمہ: ۱۹)

قرآن حکیم نے جس طرح تصورِ نبوت و رسالت کو نکھارا اور بیان کیا اور جس انداز سے آنحضرت ﷺ کی اطاعت اتباع کو ضروری ٹھہرایا اس کا یہ نتیجہ اور فیض تھا کہ مسلمانوں نے ہر دور میں نہ صرف آپ ﷺ کے نقوشِ قدم کی پیروی کی سعادت حاصل کی بلکہ ان نقوش کو اجاگر بھی کیا اور ان کی حفاظت و صیانت کا اہتمام بھی کیا۔

"ندائے دین" کراچی

(دسمبر ۱۹۸۳ء)

"نوویکنسی!"

● قبرستان میں "دفن کرنا منع ہے" کا بورڈ دیکھ کر

چمن میں دہر میں اپنا کوئی ساتھی نہ ہوا
بُت بھی ناراض رہا شیخ بھی راضی نہ ہوا
لگ گیا گور غریباں میں بھی "نوویکنسی"
ہم نے چاہا تھا مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

سلطان سنجر قبرستان سے گزر رہا تھا کہ ایک مجذوب کو دیکھا کہ ہر قبر کو بڑے غور سے دیکھ رہا ہے۔ پوچھا بابا! کیا دیکھ رہے ہو؟ بولا۔ اس قبرستان میں شاہ و گدا سبھی دفن ہوئے ہیں۔ دیکھ رہا ہوں کہ کیا اب بھی ان میں فرق ہے۔

● ایک بادشاہ محل سے نکلا تو دیکھا شاعر کچھ لکھ رہا ہے۔
کہا کیا جھوٹ گھڑ رہے ہو۔
کہا آنجناب کی تعریف۔

بقیہ از صفحہ ۴۳

جو عہد فرنگی میں غدار وطن تھے
مسند پہ حکومت کے یہ غدار وہی ہیں

اس دور کی سب کی یادداشتیں اور اکابر احرار سے تعلق و محبت کی باتیں ذہن میں محفوظ ہیں کبھی کبھی انہیں لکھ لیتا ہوں فی الحقیقت ملک میں، بیرون ملک باقیات و متعلقین احرار تاریخ حریت کے مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور یہ حضرت امیر شریعت کے فیضانِ نظر کے سبب ہے۔ نہ جانے! ہم کیا کیا باتیں اپنے ساتھ اپنی قبروں میں لے جائیں گے۔